باراوّل ۳۳۰۰

سلسلہ نمبر 51

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً (رواہ البخاری)

ماخوذ

مواعظ حکیم الامت (محشّٰی)

جلد ۲

وعظ

# نشر الرحمۃ

## (رحمت کا عام ہونا)

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر واشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۸

فون پُرانی انارکلی: ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۴۴۸۰۶۰ ۵۴۲۲۲۱۳

مارچ ۱۹۹۸ء

ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ

سلسلہ تبلیغ ۵۱

بار اول ۳۳۰۰

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ (رواہ البخاری)

وعظ

# نشر الرحمۃ

## رحمت کا عام ہونا

از افادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی


ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ

مارچ ۱۹۹۸ء

فون کامران بلاک: ۵۲۲۲۲۱۳ — ۴۲۸۰۹۰ فون پرانی انارکلی: ۷۳۵۳۷۲۸

# نشر الرحمة

| نمبر شمار | عنوانات | صفحات |
|---|---|---|

## نشر الرحمة


| نمبر شمار | عنوانات | صفحات |
|---|---|---|
| ۱ | خطبہ ماثورہ | ۳ |
| ۲ | تمہید | ۳ |
| ۳ | وسعت رحمت | ۶ |
| ۴ | علامت قبولیت | ۷ |
| ۵ | حقیقت نعمت و مصیبت | ۹ |
| ۶ | شان عطاء | ۱۰ |
| ۷ | طریق دعاء | ۱۲ |
| ۸ | شان کریمی | ۱۳ |
| ۹ | سبب امساک رحمت | ۱۵ |
| ۱۰ | شرط قبولیت دعاء | ۱۷ |
| ۱۱ | قرآنی سورتوں کے نام | ۲۱ |
| ۱۲ | مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات | |

# نشر الرحمۃ

حضرت والاؒ یہ وعظ ۲۸ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۶ھ کو بارش نہ ہونے کے باعث نماز استسقاء سے پہلے ایک گھنٹہ تک بیان فرمایا۔

یہ بیان عیدگاہ تھانہ بھون میں ہوا۔ حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری مرحوم نے اسے قلمبند فرمایا۔

# نشر الرحمۃ

## خطبہ ماثورہ

امابعد فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.
وھو[۱] الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید (الشوریٰ آیت۲۸)

## تمہید

اس وقت تھوڑا سا بیان ہوگا سب صاحب متوجہ ہوکر سن لیں یہ ایک آیت ہے جس میں حق جل شانہ[۲] وعم نوالہ کی وسعت رحمت کا ایسے عنوان سے بیان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عنوان کسی کے ذہن میں آ نہیں سکتا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر چیز کا حصول وجود شرائط اور ارتفاع موانع[۳] پر موقوف ہے چنانچہ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ہر چیز کے لیے شرائط وجود اور کچھ اس کے روکنے والے موانع[۴] ہوتے ہیں مثلاً بادشاہ سے کچھ لینا ہو تو اس کی خوشامد اطاعت کرو یہ تو شرائط واسباب ہیں اور اگر کسی نے اس کی شان میں گستاخی کی۔ گالی دیدی سخت کلامی کی تو یہ موانع ہیں اس کے بعد سے انعام موقوف ہوجاتا ہے یا بادشاہ سے نوکری کی درخواست کی اور یہ شرط تھی اور وہ دینے پر آمادہ ہوگیا۔

---

۱۔ اور وہی وہ ہے جو اتارتا ہے مینہ پیچھے اس سے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی کام بنانے والا تعریف کیا گیا ۲۔ بلند ہے اس کی شان اور عام ہیں اس کے احسانات ۳۔ ہر چیز کا حصول شرطوں کے پائے جانے اور رکاوٹوں کے دور ہونے پر موقوف ہوتا ہے ۴۔ رکاوٹیں

اس کے بعد فوراً اس شخص نے یہ کہدیا کہ مجھے تو آپ سے امید نہیں ہے فضول ہے آپ سے مانگنا یہ مانع ہے۔ اس صورت میں نوکری دینا تو درکنار دینے کا قصد[۱] بھی نہ کرے گا اور کہے گا کہ جا ایسے بے حیا کو ہم نوکری نہ دیں گے۔ ہماری خوشامد کرتا اور ہم سے امید رکھتا تو ہم دیتے۔

غرض کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اس صورت میں بادشاہ اس کو نوکری دے گا۔ یقیناً تمام عقلاء کی رائے یہی ہوگی ایسے شخص کو نوکری دینا آداب سلطنت کے خلاف ہے۔ خلاصہ یہ کہ موانع[ف] عطاء میں سب سے بڑھ کر مانع یہ ہے کہ کھلے لفظوں میں ناامیدی ظاہر کردے اور یوں کہدے کہ آپ کیا دیں گے۔ اس میں تو کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔

اول تو آداب شاہی کا مقتضا یہ ہے کہ بشرہ[۲] سے بھی یہ بات ظاہر نہ ہو چاہیئے کہ ہم کو امید نہیں ہے چہ جائیکہ زبان پر لائی جاوے۔ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی عظمت اس کے قلب میں بالکل نہیں ہے ایک مقدمہ تو یہ سمجھ لو۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ[ف] سے زبان کے کلمات مخفی[۳] نہیں ہیں۔ اسی طرح دل کی باتیں اور خیالات بھی ان سے مخفی نہیں ہیں جیسے وہ علیم باللسان ہیں اسی طرح علیم بذات الصدور[۴] بھی ہیں۔ پوشیدہ لفظوں میں کلام کردیا ظاہر الفاظ میں۔ ان کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ ان کے نزدیک پنہاں[۵] اور علانیہ[۶] یکساں[۷] ہے کوئی بھی فرق نہیں۔ ان کی تو وہ شان ہے جیسا لقمان علیہ السلام نے فرمایا۔

---

۱۔ ارادہ (فائدہ) موانع عطا میں سے سب سے بڑا مانع اظہار ناامیدی ہے ۲۔ چہرہ (فائدہ) خدا تعالیٰ کے نزدیک کلمات زبان خیالات دونوں برابر ہیں ۳۔ چھپے ہوئے ۴۔ وہ جیسے زبان کے کلمات کو جانتا ہے ایسے ہی دل میں آنے والی باتوں کو بھی جانتا ہے ۵۔ چھپا ہوا ۶۔ ظاہر ۷۔ برابر

یٰبُنَیَّ انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموٰت او فی الارض یات بہا اللہ. ان اللہ لطیف خبیر(لقمان آیت١٦).

ترجمہ: اے بچے میرے اگر کوئی چیز ہو برابر رائی کے دانہ کے پھر ہو کسی پتھر میں۔ یا آسمانوں میں یا زمین میں حاضر کرے اس کو اللہ بے شک اللہ چھپی بات جانتا ہے خبردار ہے

حاصل مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز پوشیدہ ہو اور پھر سخت پتھر کے اندر ہو چاہے آسمان میں ہو یا زمین میں ہو اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے جب یہ دونوں مقدمے سمجھ میں آگئے تو اب آیت کا ترجمہ سنیئے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ موانع[1] رحمت کے ہوتے بھی وہ اپنی رحمت کو نہیں روکتے فرماتے ہیں کہ اس کی وہ شان ہے کہ اتارتا ہے مینہ نا امیدی کے بعد اور پھیلاتا ہے رحمت اپنی۔

یہاں ینزل الغیث[2] پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ینشر[3] رحمتہ بھی لائے تاکہ محض نزول بارش کے سننے سے طوفان نوح کا شبہ نہ ہو سکے۔ کیونکہ بارش کی یہ بھی ایک صورت تھی کہ بارش ہو۔ مگر اتنی کثرت سے ہو کہ سب غرق ہو جائیں۔ پس ینشر رحمتہ سے بتلا دیا کہ بارش بھی ایسی نہیں جو موجب ہلاکت ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ رحمت بھی شامل ہوتی ہے اور یہاں ینزل کے مقابلہ میں ینشر اور غیث کے مقابلہ میں رحمت لائے ہیں۔ اس سے اشارہ ہے اس طرف کہ بارش دور دراز تک ہوتی ہے یہ نہیں کہ ایک یا دو کھیت میں ہو کر رہ جاتی ہو۔ بلکہ وہ رحمت کی طرح پھیل جاتی ہے۔ پیش ینشر رحمتہ جملہ سابقہ کی تفسیر ہے۔ یہ تو آیت کا ترجمہ ہوا۔

---

١۔ رحمت کو روکنے والی چیزوں کے باوجود ٢۔ بارش برساتا ہے ٣۔ رحمت پھیلاتا ہے

## وسعت رحمت

اس سے وسعت رحمت کیسی کچھ ثابت ہوتی ہے۔ ان مقدمات میں غور کر کے دیکھئے جو ابھی بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں ایک مقدمہ تو یہ تھا کہ ناامیدی مانع[۱] عطا ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ[ف] کے یہاں وہ بھی مانع نہیں۔ بلکہ ناامیدی کے بعد بھی فضل فرماتے ہیں۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ حق تعالیٰ کو خفایا[۲] کی اطلاع مثل ظواہر کے ہے۔

فالقلب عنده كاللسان[۳]

ان کے نزدیک دل کی بات ایسی ہی ہے۔ جیسے زبان سے کہی ہوئی اس لیے قلب کی ناامیدی[۴] مانع[۵] ہونی چاہیئے تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کے یہاں بالکل مانع نہیں اور یہ واقعی ہے کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ساتھ ایسا ہی ہے کہ وہ باوجود موانع[۶] کے بھی فضل فرماتے رہتے ہیں

غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ وہ روزمرہ ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں کچھ بارش ہے کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر نظیریں[۷] موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت ایسی وسیع ہے کہ ایک بزرگ[ف] کے الہاموں میں سے ایک الہام یہ بھی ہے کہ رزق میرا ایسا ہے کہ اگر کوئی شخص پانچوں وقت نماز کے بعد دعا کرے کہ اللهم لاترزقني یعنی اے اللہ! مجھے رزق مت دیجیو تب بھی میں رزق نہ بند کروں تو مانگنے پر تو کیوں نہ دوں گا۔ اب خیال کیجئے کہ ہمارا یہ گمان کتنا غلط ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے ناامید ہوں غرض کہ جو کچھ کمی ہے ہماری طرف سے ہے

---

۱۔ بخششوں کو روکنے والی (فائدہ) خدا تعالیٰ کے یہاں ناامیدی بھی مانع عطا نہیں ۲۔ اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں کو بھی ایسے ہی جانتا ہے جیسے ظاہر باتوں کو ۳۔ پس دل اس کے ہاں مانند زبان ہے ۴۔ دل کی مایوسی ۵۔ روکنے والی ۶۔ رکاوٹوں ۷۔ مثالیں (فائدہ) ایک بزرگ کا الہام

ادھر سے کوئی دریغ نہیں ہے۔

## علامت مقبولیت

ہاں کبھی توقف[۱] ہوجاتا ہے جس سے خفیف سی کلفت[۲] ہوتی ہے۔ تاکہ متنبہ ہو کر بندے متوجہ ہوجائیں۔ کیونکہ[ف] جس لڑکے کو استاذ یہ چاہتا ہے کہ کل کو زیادہ نہ پٹے تو اس کے ایک دو قمچی[۳] آج ہی ماردیتا ہے تاکہ وہ اپنا سبق یاد کرلے اور کل کو نوبت زیادہ پٹنے کی نہ آئے اور جسے کل کو خوب پیٹنا ہے اسے مہلت دیتا ہے۔ جب کل ہوئی اور وہ سبق میں غوطے کھانے لگا۔ تو اب اس کی خوب مرمت ہوگی۔ مگر پہلے دن یہ دوسرا لڑکا استاذ کی ظاہری مہربانی دیکھ کر یہ سمجھتا تھا کہ میاں جی کو مجھ سے عشق ہے کہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔ اور اپنے دل میں خوش ہے مگر چوبیس گھنٹہ کے بعد اس عشق کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ اسی طرح آج بھی بعض لوگ[ف] اس دوسرے لڑکے کی طرح خدا تعالیٰ کی عطاؤں کو اپنے اوپر مستمر[۴] دیکھ کر اس کو خدا تعالیٰ کی رضا کی دلیل سمجھتے ہیں اور مغرور ہیں۔

تھانہ بھون کے ایک متکبر رئیس کی حکایت ہے کہ ایک شخص حضرت حاجی صاحبؒ کے مریدوں میں سے اللہ کا نام لینے والے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے مگر غریب قوم کے ان کے سامنے کو نکلے۔ اللہ کا نام لینے سے طبیعت میں لطافت آہی جاتی ہے۔ ان رئیس صاحب نے کہا کہ یہ کون ہے جو ہماری برابری کرتا ہے۔ بڑا صاف ستھرا بن کر نکلتا ہے اور اٹھ کر غریب کے پانچ جوتے ماردیئے اس نے یہ کہا کہ قیامت میں کسر نکلے گی۔ ان رئیس صاحب نے

---

۱۔ کبھی تھوڑی دیر کو روک دی جاتی ہیں ۲۔ تھوڑی سی تکلیف (فائدہ) خدا تعالیٰ کی بلیات نازل کرنے کی مثال ۳۔ چھڑی (فائدہ) خدا تعالیٰ کی عطاؤں کو مستمر دیکھ کر رضا سمجھنا غلط ہے ۴۔ مسلسل

مسخراپن[۱] سے جوتا سامنے رکھدیا کہ تو میرے مار لے اس نے کہا کہ میری کیا مجال۔

تو آپ کیا کہتے ہیں۔ اب بھی معلوم ہوا کہ ہم کو خدا ہی کا حکم ہے کہ تم کو مارا کریں کیونکہ دیکھ لے ہم نے تو تیرے بلا کہے جوتے مار لیے اور تو اجازت پر نہیں مار سکتا کیا ٹھکانہ ہے اس تکبر کا یہ استدراج[۲] ہے اگر نعمتیں دلیل ہوتیں سب سے زیادہ ولی فرعون ہوتا۔ اور اگر مصائب علامت غضب[۳] ہوتیں تو انبیاء سب سے زیادہ (نعوذ باللہ) مغضوب ہونے چاہئیں کیونکہ سب سے زیادہ مصائب انھی کو پیش آئی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

ان اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل

کہ سب سے زیادہ بلاء انبیاء پر آتی ہے پھر اس پر جو ان کے بعد افضل ہو چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام آرہ سے چیرے گئے نوح علیہ السلام کی قوم نے نوسو سال تک ان کے پتھر مارے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کیا تکالیف پیش آئیں تو کیا انبیاء مقبول نہیں تھے۔ خوب سمجھ لو کہ نہ دنیا کا عیش علامت ہے قرب مقبولیت[۴] کی اور نہ اس کی تکالیف دلیل ہیں مردودیت[۵] کی چنانچہ خود صریح نص اس کی ساتھ ناطق[۶] ہے۔

اذا ماابتلہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن. واما اذا ماابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن. کلا. (الفجر آیت:۱۵ تا۱۷)

ترجمہ: آدمی کا یہ حال ہے جب جانچے اس کو رب اس کا پھر اس کو عزت دے اور اس کو نعمت دے تو کہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔ اور جس وقت اس کو

---

۱۔ بطور استہزاء ۲۔ دھوکہ ۳۔ مصیبتیں غصہ کی علامت ہوتیں ۴۔ اللہ کے قریب ہونے اور مقبول ہونے کی ۵۔ اللہ سے دور کی ۶۔ قرآن صاف بتارہا ہے

چانچے پھر کھینچ کرے اس پر روزی کی تو کہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا کوئی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

## حقیقت نعمت مصیبت

یاد رکھو کہ مقبولیت و قرب کا مدار عیش پر اور مردودیت کا مدار تنگی پر نہیں کبھی عیش و عشرت استدراج(۱) ہوتا ہے اور کبھی بلا مصیبت رحمت ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ بھی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ہماری کوتاہی پر چرکہ(۲) لگادیں۔ اس طرح سے امساک باراں(۳) بھی رحمت ہے تاکہ کوتاہیوں سے باز آجائیں سرکشی کو چھوڑ دیں چنانچہ فرماتے ہیں

لیذیقهم بعض الذی عملوا. (الروم آیت:۴۱)

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعضے اعمال کا مزہ ان کو چکھادے

اگر اس کے بعد بھی تنبیہ نہ ہو اور متوجہ نہ ہوں تو حقیقی غضب نازل ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها بالبأساء والضرآء لعلهم یضرّعون. ثم بدلنا مکان السیئة الحسنة حتی عفو وّقالوا قد مسّ آباء نا الضرآء والسرّآء فاخذنهم بغتةً وهم لایشعرون. (الاعراف آیت:۹۴)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی کہ نہ پکڑا ہو وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں۔ شاید وہ گڑگڑائیں پھر بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی۔ (یعنی تکلیف کی جگہ آرام) یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ پہنچتی رہی ہمارے باپ داداؤں کو بھی تکلیف اور خوش (یعنی زمانہ کا انقلاب ہے اس میں

۱۔ دھوکہ ۲۔ ہلکا سا زخم ۳۔ بارش کا رو کنا بھی

طاعت و معصیت کا کیا دخل) پھر پکڑا ہم نے ان کو ناگہاں اور وہ خبر نہ رکھتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ سختی اور تکلیف اس لیے بھیجتے ہیں تاکہ رجوع کریں جب رجوع نہیں کرتے تو بجائے اس کے کہ اور تکالیف بھیجتے ان کے لیے راحت کا سامان کردیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ سب مصیبت گناہ کے سبب نہ تھی کیونکہ دیکھ لو ہم نے گناہ بھی کیے اور اب بھی کر رہے ہیں اور مصیبت خود ٹل گئی۔ اور ہمارے باپ داداؤں کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ کبھی تکالیف ہوتی تھیں اور کبھی راحت۔ یہی زمانہ کی روش[1] ہے ہم پر بھی گزر گئی۔ دنیا کا یہی دور چلا آتا ہے اور کچھ بھی نہیں بس زمین سے تبخیر[2] ہوئی بارش ہو گئی تبخیر نہ ہوئی بارش بند ہو گئی اگر گناہ پر مدار ہوتا تو اب بارش کیوں ہو گئی کیونکہ ہم تو اب بھی ویسے کے ویسے ہی ہیں۔ پس یہ جو علماء کہتے ہیں کہ گناہوں سے مصیبت آتی ہے غلط ہے اگر گناہوں سے مصیبت آتی تو ہمیں اب راحت کیوں پہنچتی۔

"فاخذناھم بغتۃ" (الاعراف آیت ۹۴)

یعنی جب راحت کے سامان دیکھ کر غافل ہو گئے تو ہم نے اچانک پکڑ لیا۔ یاد رکھو کہ مصیبت بحیثیت متنبہ اور متوجہ کرنے کے نعمت ہے اور نعمت بحیثیت ڈھیل اور دھوکہ کھانے کے مصیبت ہے اگر ایک دفعہ بارش ہو گئی تو نازمت کرو اور امساک[3] ہوا تو اس کو غضب مت خیال کرو بلکہ رحمت سمجھو کہ ایک قمچی لگی ہے۔ سو ادھر سے سزا بھی رحمت ہے۔

## شانِ عطاء

اور عطا کی تو یہ شان ہے کہ نا امیدی پر بھی عطا فرماتے ہیں تو امید پر کیوں

---

۱۔ زمانے کی چال ہے ۲۔ زمین سے بخارات اٹھے ۳۔ بارش روک لی گئی

نہ عطا کریں گے اور آیت میں من بعد ما قنطوا[1] جو واقع ہے بظاہر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قنوط (ناامیدی) سبب ہے بارش کے لیے جیسے ایک دوسری آیت میں آیا ہے۔ من بعد ماھاجروا[2] کہ وہاں ہجرت سبب ہے مغفرت کے لیے دونوں جگہ یکساں عنوان ہے۔ سو سمجھ لیجیے کہ یہاں ایسا نہیں ہے کہ قنوط[3] بارش کا سبب ہو بلکہ حقیقت میں تو وہ موانع[4] میں سے ایک مانع ہے۔ اجابت[5] میں اس کو کوئی دخل نہیں یہ جدا بات ہے کہ خدا تعالیٰ باوجود مانع ہونے کے پھر بھی نعمت کو نہیں روکتے۔

صاحبو! اس وقت بھی بہت سے قلوب[6] میں تردد[7] ہے کہ دیکھئے نماز استسقاء سے بارش ہو گی یا نہیں اور یہ پہلے آچکا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک دل سے کہنا ایسا ہی ہے جیسے زبان سے حاکم مجازی صرف الفاظ پر مطلع ہوتا ہے۔ اور حاکم حقیقی دل پر بھی ضمیر کو امید سے معمور رکھو۔

میرے استاذؒ ایک حکایت عالمگیر کے زمانہ کی بیان کرتے تھے کہ ایک راجہ کا انتقال ہو گیا تھا اس نے ایک لڑکا چھوڑا خورد سال[8] اور راجہ کا ایک بھائی جوان تھا۔ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ عالمگیر بھائی کو راجہ بنائیں گے۔ مگر وزیر اعظم کی رائے بیٹے ہی کو راجہ بنانے کی تھی۔ اس لیے اس بچہ کو عالمگیر کے روبرو[9] پیش کرنے کی رائے قائم کر کے شاید اس کو دیکھ کر عالمگیرؒ سمجھا کر اسی کے لیے گدی تجویز کر دیں۔ اس کو اپنے ساتھ لے چلا۔ اور تمام راستہ سکھاتا ہوا لایا کہ بادشاہ

---

۱۔ الشوریٰ آیت ۲۸۔ ترجمہ: بعد اس کے کہ وہ آس توڑ چکے ۲۔ یہ آیت اصل میں اس طرح ہے: ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا الی. لغفور رحیم (النحل آیت ۱۱۹) اس آیت میں مغفرت کی ترتیب ہجرت کے بعد ہے۔ رخ ۳۔ مایوسی ۴۔ رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ ۵۔ قبولیت ۶۔ دلوں میں ۷۔ شک ۸۔ کم عمر ۹۔ سامنے

سلامت فلاں بات پوچھیں تو یوں کہنا۔ اور اگر یہ دریافت تو یوں جواب دینا جب قلعہ کے دروازہ پر پہنچے لڑکے نے کہا کہ ان باتوں کے علاوہ اگر اور کچھ پوچھا تو کیا کہوں گا۔ وزیر اس سوال سے دنگ[1] رہ گیا۔ اور کہا کہ صاحبزادے جس خدا نے یہ سوال تجھے سکھلایا ہے ان باتوں کے جواب بھی وہی سکھاوے گا۔ غرض عالمگیرؒ کو اطلاع ہوئی وہ حویلی میں تھے لڑکے کو بوجہ خورد سال ہونے کے اندر بلالیا۔ اور اس وقت لنگی باندھے حوض کے کنارے پر غسل کے لیے کھڑے تھے۔ لڑکے نے زنانہ میں جا کر عالمگیر کو سلام کیا۔ بادشاہ نے مزاحاً اس لڑکے کے دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض کے مقابل کر دیا اور کہا چھوڑ دوں۔ لڑکا قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا کہ آپ مجھ کو ڈوبنے سے کیا ڈراتے ہیں۔ میں کیسے ڈوب سکتا ہوں آپ کی تو وہ شان ہے کہ کسی کی اگر انگلی بھی پکڑلیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا۔ اور میرے تو دونوں ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ میں کیسے ڈوب سکتا ہوں؟۔

عالمگیر اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور اسی کو راجہ بنادیا۔ اور بالغ ہونے تک وزیر کو سرپرست مقرر کر دیا۔ دیکھئے اس واقعہ میں تعلق اور وثوق و توکل ظاہر کرنے سے یہ اثر ہوا حالانکہ یہ شاعرانہ نکتہ تھا اور حق تعالیٰ کے یہاں تو حقائق ہیں اور حقیقت میں وہ کیا عالمگیر تھے۔ حقیقی عالمگیر تو خدا تعالیٰ ہیں مگر اتنا معلوم ہوا کہ یہ عمل ہے کامیابی کا یعنی وثوق[2] ظاہر کرنا بس تم بھی حسن ظن اور قوت رجاء کو اپنا نقد وقت رکھو پھر ثمرہ دیکھو۔

### طریق دعاء

بدوی خوب دعا مانگتے ہیں خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کرتے ہیں کہ مجھ کو

---

۱۔ حیران رہ گیا ۲۔ اللہ پر اعتماد کا اظہار

بخش دے پھر کہتے ہیں ضرور بخشے گا۔ کیوں نہیں بخشے گا۔ جیسے کوئی لڑتا ہے یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں حدیث میں ہے۔

ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء۔

کہ اللہ میاں دعاء میں الحاح[ف] کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ خود چاہتے ہیں کہ ہم سے کوئی لے۔ چنانچہ روزانہ شب کے وقت شہنشاہ حقیقی آسمان اول کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ کوئی ہے ایسا اور کوئی ہے ایسا جو مانگے (کذا فی جمع الفوائد باب وقت الدعاء عن الستتہ الا النسائی) آسمان دنیا چھت ہے۔ آپ کے گھر کی شہنشاہ حقیقی گویا آپ کے گھر تشریف لاتے ہیں۔ اس وقت یہ کیفیت ہوتی ہے۔ شعر

امروز شاہ شاہاں مہمان شدہ است مارا　　جبریل با ملائک دربان شدہ است مارا[ف]

کوئی کریم ایسا نہیں جو سائلوں کے گھر پر ان کی حاجات کو دریافت کرنے آئے۔ اگر ایک دن ایسا کرے بھی تو ہر روز نہیں کرسکتا۔ اور وہ ایسے کریم ہیں کہ ہر روز تشریف لاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جی ہی چاہتا ہے کہ کوئی سوال کرے اور لے (جی میں نے مجازاً کہا جیسے تعلم[ف] مافی نفسی ولااعلم ما فی نفسک میں ہے ورنہ خدا تعالیٰ جی سے پاک ہیں) مگر لینے کا بھی طریقہ ہوتا ہے کریم کو ناراض کرکے نہیں لیا جاتا۔ تو ان کو اپنی اطاعت سے بھی راضی رکھو۔

---

فائدہ: لگاتار دعاء میں نرمی سے اصرار کرنا

فائدہ: آج شہنشاہ ہمارے مہمان ہوگئے ہیں۔ اور جبریل دیگر فرشتوں سمیت ہمارے دربان ہوگئے ہیں

فائدہ: تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

## شانِ کریمی

اور ایک اور کرم دیکھئے کہ جس قدر بھی نیک کام ہیں وہ سب ہمارے ہی کام ہیں ان کا نفع ہمارے ہی لیے ہے وہ خدا تعالیٰ کے نفع کے کام نہیں۔ مگر بایں ہمہ پھر ان کو طلب کرتے ہیں اور نہ کرنے سے ناراض ہوتے ہیں جیسے کوئی آقا باورچی سے ناراض ہو کر تو نے کھایا کیوں نہیں۔ حالانکہ کھانا خود کام باورچی کا ہے۔ اور اسکا نفع بھی اسی کو ہے۔ یہ غایت کرم کی دلیل ہے۔ مثلاً نماز حقیقت میں ہمارا کام ہے اور اس کا نفع ہمارے ہی لیے ہے خدا تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں۔ مگر بھی ہمارے نہ کرنے پر ناراض ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی۔ یہ غایت کرم ہے اور اس کو حق تعالیٰ یعنی خدا تعالیٰ کا کام کہنا مجازاً ہے۔ ہمارے اعمال نہ کرنے پر خدا تعالیٰ کا ناراض ہونا خود دلیل رحمت کی ہے۔

مجھے بچپن میں گھی اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ اس کے کھانے میں میرا ہی نفع تھا۔ مگر پھر بھی میرے والد صاحب اس میں روٹی چور چور کر زبردستی مجھے کھلاتے۔ یہی معاملہ اللہ میاں کا ہے کہ نماز مثلاً ان کا کام نہیں ہمارا کام ہے ہمارا ہی نفع ہے۔ مگر پھر بھی حکم کرتے ہیں کہ کرو گویا زبردستی ہم کو نفع پہنچانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کی کوئی غرض متعلق نہیں۔

زبردستی کھلانے پر مجھے ایک حکایت یاد آئی وہ یہ کہ مراد آباد میں ایک صدر اعلیٰ میری دعوت کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کسی عذر سے انکار کیا۔ تو انہوں نے میرے سامنے تفسیر کبیر رکھدی اور کہا کہ اس مقام پر مجھے کچھ پوچھنا ہے۔ میں نے دیکھا تو اس جگہ دعوت کے مسائل تھے۔ میں نے کہا کہ آپ مجھ پر حجت قائم کرکے دعوت کرتے ہیں یہ کیا تہذیب ہے کہنے لگے کہ مجھے یہاں شبہ تھا۔ اس لیے یہ موقع کھولا ہے۔ ایک بزرگ مولوی روشن خان صاحب وہاں موجود تھے۔ میں نے اس امر

کی ان سے شکایت کی مجھ سے کہنے لگے کہ خدا کا شکر کرو کہ لوگ تفسیر دکھلا کر اور حجت قائم کر کے دعوت کھلاتے ہیں۔ میری کوئی دعوت کرے تو جلدی سے منظور کر لوں۔ یہ حکایت بطور لطیفہ کے بیان کی۔ خدا تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے کہ اگر کوئی نہ لے تب بھی دیتے ہیں۔ جیسے دوا پینے میں مریض کا ہی نفع ہے اگر نہ پئے اور ہلاک ہو تو طبیب کا کچھ نہیں بگڑتا مگر کوئی طبیب اگر ایسا شفیق ہو کہ اس کے دوا نہ پینے پر ناراض ہوا اور کہے کہ تم نے دوا کیوں نہیں پی۔ تو یہ غایت درجہ اس کا کرم ہے۔ یہی حال حق تعالیٰ کا ہے کہ ہم اعمال کرنا نہیں چاہتے اور اپنے ہی حق میں کانٹے بوتے ہیں۔ مگر وہ زبردستی کرانا چاہتے ہیں اور ادھر سے روزانہ طلب ہے۔ کہ بندے ہم سے مانگیں۔

## سبب امساک رحمت

حدیث میں ہے۔

"لم یسئل اللّٰہ(ف) یغضب علیہ"

کہ جو اللہ میاں سے سوال نہ کرے تو اللہ میاں اس پر غصہ کرتے ہیں مگر اب لوگوں نے یہ وتیرہ سیکھ لیا ہے کہ امساک باراں تو ہو رہا ہے مگر نہ اعمال درست کرتے ہیں نہ موروثی زمین[1] چھوڑتے ہیں نہ پرائی زمین دبا لینے کا کچھ خیال کرتے ہیں۔ نہ لڑکیوں کا حق دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ سب باتوں کو چھوڑ کر بس ایک بات اختیار کر رکھی ہے کہ سیر سیر بھر اناج جمع کیا اور روٹی پکائی اور بانٹ

---

فائدہ: جو اللہ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس پر غصہ کرتے ہیں

۱- جو زمین وراثت میں ملی ہو اور اس میں دوسروں کا بھی حصہ ہو یعنی بہنوں وغیرہ کا اور ایک اس پر قبضہ کر لے

دی۔ اور لینے والے کون آدھے کے تو مہتمم صاحب مالک اور باقی کے اپنے عزیز ونائی وغیرہ مساکین کے نام کا کچھ بھی نہیں۔ مثل مشہور ہے اندھا بانٹے شیرنی اپنے اپنوں کو دے۔

جھنجھانہ میں ایک شخص کے یہاں گیارہویں تھی۔ دس آدمیوں کی دعوت کی اور اس میں بلائے گئے کون؟ ڈپٹی، تحصیلدار، نائب تحصیلدار وغیرہ وغیرہ جب وہ کھانا کھا کر نکلے تو ایک شخص نے کہا کہ جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں وہ ان کو دیکھ لے۔ اول تو آج کل لنگر کی یہ حقیقت ہے دوسرے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مستحقین ہی کو دیتے ہیں۔ تو صرف اسی پر اکتفا کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ تاوقتیکہ پورا کام نہ ہو اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی کو دق کا مرض ہو کہ اس میں بخار تو ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ سینہ میں جلن بھی ہو اور بھی ہو اور بھی عوارض لاحق ہوں۔ کوئی شخص جملہ تدابیر کو نظر انداز کر کے صرف سینہ پر صندل کا لیپ کر دے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کو پورا فائدہ ہوگا ہاں سینہ کی سوزش کو نفع ہوگا: کامل نفع کی صورت تو یہ ہے کہ سینہ پر صندل کا لیپ ہو اور پینے کے لیے ایک نسخہ ہو کوئی مناسب روغن دماغ کی مالش کے واسطے ہو اور کوئی چیز تقویت کی غرض سے ہو۔

ہماری حالت تو یہ ہے جیسے مولاناؒ نے مثنوی میں ایک حکایت بیان کی ہے فرماتے ہیں۔

ہر چہ [ف] کردند از علاج واز دوا — رنج افزوں گشت وحاجت ناروا۔

ایک روحانی طبیب آیا اور اس نے کہا۔

گفت [ف] ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند — آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

---

فائدہ: جو کچھ علاج اور دوا کرتے ہیں رنج بڑھتا ہے اور حاجت (شفاء) نہیں ہوتی

فائدہ: فرمایا کہ جو دارو کرتے ہیں۔ وہ عمارت نہیں ویرانی کرتے ہیں

بے[ف] خبر بوند از حال دروں　　　استعیذ باللہ مما یفترون

یاد رکھو کہ نہ روٹی کھلانے سے کچھ ہوتا ہے نہ اناج بانٹنے سے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ عمل مبارک اور نیک نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کافی نہیں ہے سپاہی اور جرنیل فوج میں ہوتے ہیں مگر جرنیل اکیلا کچھ نہیں کرسکتا۔ صدقہ کو بھی ضرور دخل ہے۔ بارش میں مگر نرا کافی نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ دوسری چیزیں نہ ہوں۔ اصلی تدابیر امساک باراں[1] کی اس کے سبب کا ازالہ ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی ناراضی کا علاج کرنا۔ وہ علاج کیا ہے۔ ماضی سے استغفار اور توبہ اور آئندہ کے لیے اصلاح۔ اس کے بعد وعدہ ہے۔

وھوالذی[ف] ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ۔

اور حق تعالیٰ کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔ اسی واسطے یہ مجمع ہوا ہے کہ نماز اور خطبہ ہو پھر استغفار و عزمِ اصلاح[2] اور تضرع[3] سے امید کے ساتھ دعا ہو اور دل سے پورا یقین ہو ملنے کا۔ حاکم کا یہ کہنا کہ مانگو دلیل ہے اجابت کی یہ کیوں شبہ کیا جاوے کہ نہ معلوم حضور دیں گے بھی یا نہ دیں گے۔ اگر دیر بھی ہوجاوے تو اس میں بھی حکمت سمجھیں۔

## شرطِ قبولیت دعاء

اب دعا کیجئے کہ ہم لوگوں کے قلب میں اخلاص اور حضور قلب پیدا ہو اور

---

فائدہ: بے خبر نہیں اند کے حال سے۔ پناہ مانگتا ہوں اللہ کے اس سے جو وہ تفسیر و توضیح کرتے ہیں

١۔ بارش کی رکاوٹ دور کرنے کی اصل تدبیر

فائدہ: اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے (بیان القرآن)

٢۔ اپنی اصلاح کرنے کے پختہ ارادے کے ساتھ ٣۔ گڑگڑا کر

اس کی توفیق ہو فقط۔ اس کے بعد نماز اس کے بعد خطبہ اور دعا ہوئی بعد ازاں حضرت والا نے تھوڑا بیان اور بھی فرمایا جو ذیل میں منقول ہے۔

ایک بات[ف۱] اور سن لیجیے، سب صاحب! وہ بات یہ ہے کہ اس وقت دعائیں مانگ کر بے فکر نہ ہونا چاہیے کہ ہم نے حق تعالیٰ کا پورا حق ادا کر دیا۔ گویا ان کے ذمہ قبول کرنا فرض ہو گیا۔ اب کسی چیز کی انتظار نہیں۔ یہ سخت غلطی ہے۔

صاحبو! دنیا میں اس کی مثال موجود ہے کہ حاکم کے یہاں ایک عرضی کافی نہیں سمجھی جاتی خواہ کتنی خوشامد کی بھری ہوئی ہو۔ بلکہ عادۃً انتظار کیا کرتا ہے کہ اس کی خواہش بچی بھی ہے یا ایک دن محض مضمون نگاری کی ہو اور اگر شوق اور ضرورت ہے تو ایک عرضی پر بس نہیں کرتے بلکہ عرضی پر عرضی دیتے ہیں کبھی تھکتے نہیں۔ حدیث میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

ان اللہ یستجیب مالم یعجل قالوا وما العجلۃ قال ان یقول دعوت فلم یستجب لی او کما قال۔

یعنی اللہ میاں دعاء کو قبول فرماتے ہیں جب تک جلدی نہ کرے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی کی حقیقت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جلدی یہ ہے کہ دعا کی مقبولیت میں دیر ہوئی تو اس نے خیال کر لیا کہ دعا تو قبول ہوتی نہیں۔ اس لیے اس قصہ کو جانے ہی دو۔ دعا کرنا چھوڑ دی۔ اسلئے معلوم ہوا کہ شرط[ف۲] عادی عطا کی یہ ہے جلدی نہ مچایئے۔ مانگے جایئے۔ اس لیے پانچوں نمازوں کے بعد بھی اسی عجز و زاری کے ساتھ مانگتے رہیں۔ تنگ نہ ہوں۔ اور اپنے ہر عمل کو شرع کے موافق درست رکھیں۔

---

فائدہ: بیان بعد نماز و خطبہ و دعاء

فائدہ: شرط عادی عطا کی جلدی نہ کرنا ہے۔ لوگوں کی ایک خراب حالت کا بیان

استعجال پر ایک قصہ یاد آیا۔ ایک شخص کو جو میرے ملاقاتی تھے ایک بغدادی بزرگ نے فراخیٔ رزق کا عمل بتایا اور کہا کہ اس کے بعد ایک پری حسین آویگی اور کچھ دے جاویگی وہ کہتے تھے کہ میں نے عمل پورا کیا۔ اور اس کے آنے کا منتظر رہا۔ جب وہ نہ آئی اٹھ کر تھیٹر میں چلا گیا۔ میں نے مزاحاً کہا کہ وہ اسی وجہ سے نہ آئی کہ تم نے وظیفہ کے وقت نیکی اختیار نہیں کی تھی۔ ہماری حالت بھی ایسی ہی ہے کہ یہاں تو تضرع وزاری کرتے ہیں اور وہاں جا کر معاصی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ہم کو اس قسم کے قصوں پر تو ہنسی آتی ہے۔ مگر اپنے حالات پر ہنسی نہیں آتی۔ مثلاً ابھی جا کر کہیں گے کہ جیسے گئے تھے ویسے ہی آئے۔

صاحبو! اس کا عقلی یا نقلی ثبوت کیا ہے کہ نماز استسقاء سے فوراً اسی وقت بارش ہو جاتی ہے۔ صاحب کلکٹر سے کوئی نہیں کہتا کہ ہم نے چار عرضیاں دیں کچھ جواب اب تک نہیں ملا۔ آپ دیں گے یا نہیں بس برابر نمازوں کے بعد دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ ختم ہو جائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا تعلق تو ساری عمر کا ہے چاہے ان کی طرف سے کچھ ظاہر نہ ہو۔ تم اپنا انکسار مت چھوڑو۔ تاخیر میں بھی مصلحتیں ہوتی ہیں۔

رہا یہ سوال کہ پھر وہ مصلحتیں کیا ہیں تو آپ کوئی پارلمینٹ کے ممبر نہیں کہ آپ کو وہ مصلحتیں بتلائی جائیں یا آپ رائے دیں کہ ابھی بارش ہونی چاہیئے چونکہ یہ اکثر ہوتا ہے۔ کہ دعا مانگ کر بیٹھ گئے کہ میاں جب اس کی بھی شنوائی نہیں تو جانے بھی دو۔ اسلئے میں نے اس غلطی پر متنبہ کر دیا۔ یاد رکھو۔ اس وقت زیادہ اندیشہ ہوتا ہے حق تعالیٰ کے غصہ کا کیونکہ پہلے تو یہ لوگ یہ سمجھتے تھے۔ کہ ہماری کوتاہی ہے۔ اب اس طرف کی کوتاہی کا خیال ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حالت بہت اندیشہ ناک ہے کیونکہ خدا تعالے پر یہ الزام ہے جو عبودیت کے قطعاً

خلاف ہے اس لئے ضروری ہے کہ برابر مانگتے رہو۔ وہ اگر چاہیں بالمعنی العرفی قبول کریں یا نہ قبول کریں تم اپنا منصبی کام پورا کرتے رہو کیونکہ بندہ کے لئے مناسب یہی ہے کہ ہمیشہ عجز وانکسار ظاہر کرتا رہے۔ اب دعا کرنا چاہیئے۔ پس دعا ہوئی اور مجمع منتشر ہو گیا۔ فقط

نوٹ:۔ اسکے بعد وعظ شکر العطاء کا ملاحظہ فرمالینا مناسب ہے۔ فقط

(مجدد الملۃ حکیم الامت حضرت مولانا) اشرف علی (نور اللہ مرقدہ)

۶ شعبان ۱۳۵۱ھ

ادارہ اشرف التحقیق دار العلوم الاسلامیہ
کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاھور
(پاکستان)

# قرآنی سورتوں کے نام

مشرف علی تھانوی (عارف)

فاتحہ سے ابتداء کی نظم قرآن آگئی
ختم کی سورہ بقر تو آل عمران آگئی

جب پڑھی سورہ نساء تو ہوگئی منزل تمام
مائدہ پر حفظ قرآں کا ہوا حاصل مقام

حفظ کی انعام تو منزل رواں ہونے لگی
جب پڑھی اعراف تو ہمت جواں ہونے لگی

یاد کی انفال جب ہم نے، بڑھا شوق جہاد
آئے توبہ پر تو آب ہونے لگی منزل بھی یاد

یونس و ہود اور یوسف پر سبق آنے لگے
رعد و ابراہیم حجر و نحل دہرانے لگے

جب پڑھی اسراء تو منزل نصفِ قرآں ہوگئی
کہف و مریم سے رہِ منزل سب آساں ہوگئی

پڑھ کے طٰہٰ نظم قرآنی کے قائل ہوگئے
انبیاء و حج کی جانب دل سے مائل ہوگئے

مومنون اور نور و فرقاں کو کیا جب ہم نے یاد
کردیا سورہ شعراء نے ہمارے دل کو شاد

سورۂ نمل و قصص سے ہوگیا آراستہ
ساری گذری منزلوں کا دو تہائی راستہ

عنکبوت و روم و لقمان جونہی آساں ہوگئیں
سجدہ و احزاب بھی حرزِ دل وجاں ہوگئیں

جب سبا و فاطر و یٰسین ازبر ہوگئیں
نقش سورہ صٰفٰت وصاد دل پر ہوگئیں

جب پڑھی سورہ زمر تو آگیا رمضان بھی
اور سنانا پڑ گیا رمضان میں قرآن بھی

رات دن محنت سے کچھ منزل تو ہم نے یاد کی
اور کچھ سامع سے اپنے باب میں فریاد کی

آگیا شوال تو غفلت ہوئی ہم سے جدا
مومن و حم سجدہ سے ہوئی پھر ابتداء

دو مہینے جب خدا نے دور کردی غاشیہ
یاد کی شوریٰ و زخرف اور دخان و جاثیہ

جب پڑھی احقاف اور سورہ محمد اور فتح
ہوگئیں حجرات و قاف اور ذاریات ان سے فتح

سورہ والطور نے آسان کی نجم و قمر
سورہ رحمٰن نے کی واقعہ آسان تر

یاد ہے ہم کو حدید اور وہ مجادلہ کی بات
مار کھائی جس میں ہم نے کیسے بھولے گی وہ رات

حشر پڑھ کر ممتحنہ کا ہوا جب امتحان
صف سنائی اور سورہ جمعہ پر رکھا دھیان

جب کیا رخصت خدا نے امتحان کا دورِ شاق
ہوگئی ازبر منافقون تغابن اور طلاق

روز آکر پڑگئی ہم پر یہ محنت شاقہ
یاد کی تحریم اور ملک و قلم اور حاقہ

پھر معارج نوح اور جنی ذہن میں آباد کی
اور مزمل و مدثر، قیامہ یاد کی

یاد کرلی جیسے دہراتا ہے انساں واقعات
دہر اور پھر مرسلات اور پھر نبا اور نازعات
تیسویں پارہ میں پہنچے قلب میں آئی بہار
یاد کر ڈالی عبس تکویر اور پھر انفطار

جب پڑھی مطففین و انشقاق اور پھر بروج
طارق و اعلیٰ سے حاصل ہوگیا ہم کو عروج
غاشیہ فجر و بلد والشمس حرز جاں ہوئی
سورہ واللیل اور پھر والضحیٰ آساں ہوئی

پھر الم نشرح پڑھی والتین اور سورہ علق
قدر جب پڑھ لی تو رخصت ہوگیا سارا قلق
بینہ زلزال پڑھ کر آگئی والعادیات
قارعہ، سورہ تکاثر، عصر نے بخشی حیات

جب مکمل کی ہمزہ فیل اور سورہ قریش
سورۃ الماعون اور کوثر نے بخشا دل کو عیش
کافروں و نصر اور تبت پہ جب آئے تھے ہم
پڑھ کے اخلاص و فلق والناس اترائے تھے ہم

فاتحہ سے کی تھی عارف جس مہم کی ابتدا
سورۂ والناس پر ہوتی ہے اس کی انتہا

# مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

مشرف علی عارف تھانوی غفر اللہ لہ .

---

یاالٰہی کر عطا ایسی نماز — جس سے حاصل ہو مجھے کامل نیاز

میرے مولیٰ کر عطا کامل خشوع — دے مجھے مقبول سجدے اور رکوع

جھک نہ پائے غیر کے آگے یہ سر — ٹھوکریں کھائے نہ ہرگز در بدر

دل مرا ہو خوشہ چیں تیرے لیے — وقف سجدہ ہو جبیں تیرے لیے

غیر کی مجھ کو نہ ہو کچھ جستجو — میرے دل میں تو ہی تو ہو تو ہی تو

دل میں بھر دے میرے بس اپنا خیال — دور کر دے میرے سب رنج و ملال

تو کریم اور تیرا پیغمبر کریم — ہم پہ کر اپنا کرم تو اے رحیم

رحم کر مجھ مبتلا کے واسطے — ہاتھ اٹھاؤں جب دعا کے واسطے

یاالٰہی رب ہے تو بندہ ہوں میں — تو ہے پاکیزہ پراگندہ ہوں میں

ہو کے اس دنیا سے میں خوار و ذلیل — آ پڑا ہوں تیرے در پر اے جلیل

اس جہاں میں ہمنوا کوئی نہیں — اب مرا تیرے سوا کوئی نہیں

تیرے در پر ہے مرا دست سوال — تجھ پہ روشن ہیں مرے ماضی و حال

کر رہا ہوں تیرے گھر کا میں طواف — یا الٰہی بس مجھے کر دے معاف

کر عطا دنیا و عُقبیٰ کی فلاح — جسم و جان و روح و ایماں کی صلاح

مغفرت کی ہے امید و آرزو — تو نے خود فرما دیا لَاتَقْنَطُوا

کر عطا عارف کو تو کامل وصول
یہ مناجات اور دعا کر لے قبول